خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال، کراچی پاکستان

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ:	نسبت مع اللہ کی شان وشوکت
نام واعظ:	عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالھم علینا الٰی مأۃ و ثلاثین سنۃ
تاریخِ وعظ:	۸/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۸/اکتوبر ۱۹۹۱ء جمعۃ المبارک
مقام:	مسجد شہداء، لاہور
موضوع:	اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق کی عظمت
مرتب:	سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی
کمپوزنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
اشاعت اوّل:	ذوقعدۃ ۱۴۳۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۰ء
تعداد:	۲۲۰۰
ناشر:	کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، کراچی

فہرست

نسبت مع اللہ کی شان وشوکت

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

اس بات پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے کہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پاکستان میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی خلیفہ حیات نہیں رہا، جن کو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بَکَّاءٌ کا لقب دیا تھا یعنی بہت رونے والا تو مجھے یہ خیال آتا تھا کہ لکھنؤ اور دہلی کے لوگ جن کی نزاکت اور لطافت مشہور ہے اور جن کے قلب بھی نازک ہوتے ہیں اور جسم بھی نازک ہوتے ہیں وہاں بکاء کے لقب سے کوئی نہ مشرف ہوا؟ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک بہت بڑی قدرت کا ظہور فرمایا کہ پہاڑی علاقے سے ایک ایسا صاحبِ نسبت بزرگ پیدا فرمایا جس کی آنکھوں سے ہر وقت آنسو رواں رہتے تھے۔ آج سے کئی برس پہلے جب میں پشاور حاضر ہوا تو میرا ایک شعر موزوں ہوا جو مولانا کی اس حالت کا ترجمان تھا ؎

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

اور دوسرا شعر بھی میں نے مولانا ہی کی شان میں کہا تھا ؎

عشق جب بے زبان ہوتا ہے
رشک صدہا بیان ہوتا ہے

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا ابھی حال ہی میں الٰہ آباد میں انتقال ہوا ہے جو ہمارے اکابر علماء کے بھی شیخ تھے اور اکابر مشایخ کے بھی شیخ

تھے، اتنے بڑے شیخ تھے کہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم جیسے اکابر اولیاء اور علماء ان کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مولانا کے گھر تشریف لے گئے تو فرمایا کہ مولانا محمد احمد صاحب کا نور میں زمین سے آسمان تک دیکھ رہا ہوں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے سامنے ایک جنگل تھا جو نور سے بھرا ہوا محسوس ہوتا تھا، حضرت اس جنگل میں جوانی میں ستر ہزار دفعہ اللہ اللہ کا ذکر کرتے تھے، یہ اسی ذکر کا نور تھا، حضرت نے اس جنگل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

یعنی صحرا کی خاموشی نے ایک ایسی ھوک دل میں پیدا کی اور ایسا نعرۂ مستانہ دیا جس کی لذت کے سامنے دنیا کی رنگینیاں ہیچ ہوگئیں، تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بے زبانی پر ایک شعر فرمایا ہے کہ جب کوئی اللہ والا صاحبِ نسبت خاموش رہے اور بول نہ سکے تو سمجھ لو کہ اس کا بال بال زبان بن جاتا ہے۔

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

اور اسی بحر میں ایک اور شعر فرمایا۔

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

کہیں بیٹھ کر اخبار پڑھ لیا، کہیں ہوٹل میں چائے پی لی، یہ زندگی کوئی زندگی ہے؟ آہ! زندگی تو وہ ہے جو خالقِ حیات پر فدا ہو اور جو حیات خالقِ حیات پر فدا نہ ہو وہ حیات حیات کہلانے کی مستحق بھی نہیں ہے، مجھے ایک اردو شعر یاد آیا جو میرا ہی ہے، شعر سے اپنی نسبت اس لیے ظاہر کردیتا ہوں کہ بعض لوگوں کو اس نسبت کی وجہ سے زیادہ مزہ آتا ہے تو اس شعر کا مضمون یہ ہے کہ ہماری جو سانس اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ان کی رضا اور خوشنودی میں گذر جائے وہی ہماری زندگی کا حاصل ہے۔

وہ مرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

اور ابھی آپ کے لاہور میں حاضری سے قبل ایک تازہ شعر ہوا ہے، گرم تازہ جلیبی کی طرح جو بہت مزیدار ہوتی ہے۔

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فدا ہوا
اس حاصلِ حیات پہ اخترؔ فدا ہوا

نسبت مع اللہ کی عظمتِ شان

دوستو! اللہ کے نام کی لذت، اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس اگر ہماری روح کو مل جائے تو یہ چاند اور سورج اور تاج سلطنت، مال و دولت اور حسن کی رومانٹک کائنات سب کی سب نگاہوں سے گر جائے گی، خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر میرے اس مضمون کی ترجمانی کرتا ہے، میں نے دعویٰ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت، اللہ تعالیٰ کا نور اور تعلق مع اللہ کی دولت قلب و روح کو عطا ہوجاتی ہے تو اس کی نگاہوں سے ساری کائنات گر جاتی ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ سلاطین کے تخت و تاج میرے اللہ کی بھیک ہے اور مجھے اللہ پاک نے خود اپنی ذاتِ پاک کو عطا فرمایا، بادشاہوں کو تخت و تاج نصیب ہے اور اللہ والوں کو

تخت وتاج دینے والا نصیب ہے، حسینوں کو حسن نصیب ہے اور اللہ والوں کو حسن کا خالق، حسن آفریں نصیب ہے، مالداروں کو سونا نصیب ہے اور اللہ والوں کو خالقِ زر نصیب ہے جو سونا پیدا کرتا ہے ۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

سورج اور چاند کی روشنی خدائے تعالیٰ کی ایک ذرّہ بھیک ہے، اللہ والوں کے قلب میں خالقِ آفتاب اور خالقِ مہتاب ہے اور خالق اور مخلوق میں کوئی نسبت نہیں ۔

لذت ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

جب تک کہ یہ مزہ نہ ملے انسان اس کو افسانہ سمجھتا ہے۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور ان کی شخصیت مسلمات میں سے ہے ۔

اے دل ایں شکر خوشتر یا آں کہ شکر سازد

اے دل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا خالقِ شکر زیادہ میٹھا ہے، اگر خدا تعالیٰ اپنے نام کی مٹھاس عطا فرمادے تو آپ سارے عالم کی مٹھائیوں سے بے نیاز ہو جائیں گے، نعمت سمجھ کر کھانے کو میں منع نہیں کرتا لیکن قلب ہر وقت ان کی غلامی میں نہیں رہے گا کہ اگر فلاں بات ہو جاتی تو حلوائی کی دکان پر جا کر منہ میٹھا کرتے بلکہ تسبیح لے کر کسی جنگل میں یا کسی مسجد کی چٹائی پر بیٹھ کر اللہ کہتا تو ساری کائنات کی مٹھائیوں کا حاصل قلب کو عطا ہو جاتا ۔

اے دل ایں قمر خوشتر یا آں کہ قمر سازد

اے دل! یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی حقیقت

ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی بھیک ہے، اب پسند کر لو کہ بھیک پر مرنا ہے یا بھیک دینے والے پر مرنا ہے، ساری کائنات حسن کی دنیا ہو، مال و دولت

کی دنیا ہو، جاہ وعزت کی دنیا ہو یا تاج وسلطنت کی دنیا ہو سب حق تعالیٰ کی ادنیٰ بھیک ہے، اتنی ادنیٰ بھیک ہے، اتنی ادنیٰ بھیک ہے جس کی قیمت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً﴾

(سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی اللّٰہ عزّ وجلّ، ابن ماجة، واحمد)

اگر پوری دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو خدا کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ پس جنہوں نے بہت دنیا پالی تو اپنے پاس مچھر کا پر رکھ لیا۔

صاحبِ نسبت کا مقام

اسی لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر سے فرمایا تھا کہ اے سلاطینِ مغلیہ تم کو تخت وتاج مبارک ہو لیکن ولی اللہ دہلوی کے سینے میں ایک چھوٹا سا صندوقچہ ہے جس کا نام دل ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ جواہرات ہیں ۔

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ دہلوی ایک دل رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ جواہرات و موتی ہیں، آسمان کے نیچے مجھ سے دولت مند اگر کوئی ہو تو سامنے آئے۔ اور حافظ شیرازی فرماتے ہیں ۔

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ کی یاد میں مست ہوتا ہے تو ایک جو کے بدلے ایران کی دو بڑی سلطنت ''کاؤس'' اور ''کے'' کو خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، یہ علامت ہے نسبت کی، جو شخص حسن کی دنیا سے، جاہ اور عزت کی دنیا سے، سورج اور چاند

کی دنیا سے بک جائے تو سمجھ لو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت خاصہ سے محروم ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی نسبتِ خاصہ کا نور اس کے قلب و روح کو عطا ہوتا تو یہ ہرگز فروخت نہیں ہوسکتا تھا، آفتاب ستاروں سے نہیں بک سکتا، شیر لومڑیوں سے نہیں بک سکتا۔ لیکن اللہ والوں کی پہچان کیا ہے؟ ان کی پہچان یہی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن راستوں سے گذرے ہیں، اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم جن راستوں سے گذرے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم یعنی سنت کا راستہ ہے بس یہی ان دیوانوں کا راستہ ہے ؎

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بمنزل صرف دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

نسبت مع اللہ کا نور مومن کی خاص دولت ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نسبت اور اپنی ولایت اور اپنی محبت اور تعلق مع اللہ کی دولت عطا فرماتا ہے تو پھر وہ ساری کائنات سے فروخت نہیں ہوسکتا، کائنات میں سورج اور چاند بھی ہیں، اس کا سورج اور چاند الگ ہوتا ہے، ہر صاحبِ نسبت ولی اللہ کا چاند اور سورج الگ ہوتا ہے، اگر اللہ سے ان کو غفلت ہوجائے، ایک بھی خطا یا گناہ ہوجائے جس کی وجہ سے دل میں اندھیرا آجائے تو پھر ان کو آفتاب اور چاند میں کوئی روشنی محسوس نہیں ہوتی، ساری کائنات ان کو اندھیری معلوم ہوتی ہے، اس لیے اپنے ایک شعر میں اختر نے اہل اللہ کی اس حالت کو بیان کیا ہے کہ ؎

تیرے بن کیوں اندھیرا اندھیرا ہوا
میری دنیا کا شمس و قمر کیا ہوا

’’تیرے بن‘‘ یعنی اللہ کے بغیر سورج اور چاند سے ان کو کیوں روشنی نہیں ملی؟ اس لیے کہ اللہ والوں کا چاند اور سورج اور ہے، اس چاند اور سورج سے تو کافر بھی روشنی حاصل کرتا ہے، روشنی لینے میں کافر بھی ہمارے ساتھ مشترک ہے، جو چیز ہم میں اور دشمنوں میں مشترک ہو وہ ہماری خاص چیز نہیں ہوسکتی۔ اس لیے مسلمانوں کو جو خاص دولت ملی ہے وہ نسبت مع اللہ کا نور ہے جس کے سامنے آفتاب و ماہتاب کی کوئی حقیقت نہیں، سورج اور چاند اس کے سامنے شرمندہ ہیں، علیٰ معرض الخفاء ہیں، سورج اور چاند کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے، اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا! آپ کا نور جس کے دل میں داخل ہوجائے تو آپ کی وہ شان ہے کہ ؎

گر تو ماہ و مہر را گوئی خفا
گر تو قدِ سرو را گوئی دوتا

اگر چاند اور سورج کو آپ کہہ دیں کہ تم بے نور ہو، تم نہایت مخفی مخلوق ہو، تمہارے اندر کچھ روشنی نہیں ہے، تم دو کوڑی کے ہو اور اے اللہ! اگر آپ سرو کے درخت کو ٹیڑھا کہہ دیں کہ تم ٹیڑھے ہو حالانکہ سرو کا درخت سیدھا ہوتا ہے، شاعر لوگ اپنے معشوق کے قد و قامت کو سرو کے درخت سے تشبیہ دیتے ہیں اور آگے چلیے ابھی سب مبتداء ہیں، خبر آگے آرہی ہے، جزاء آگے آرہی ہے ؎

گر تو کان و بحر را گوئی فقیر
گر تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اگر آپ سونے اور چاندی کی کانوں کو جہاں لاکھوں ٹن سونا ہوتا ہے اور سمندر جس میں کروڑوں کے موتی چھپے ہوتے ہیں، اے اللہ! اگر آپ سونے چاندی کی کان کو

اور سمندر کے موتی بھرے دامن کو تہی دست اور قلاش قرار دے دیں کہ تم فقیر ہو، نہایت قلاش اور تنگ دست ہو، مسکین ہو محتاج ہو، گدا ہوا، اور اے اللہ! اگر آپ عرشِ اعظم اور ساتوں آسمانوں سے فرمادیں کہ تم سب کے سب حقیر مخلوق ہو ؎

آں بہ نسبت باکمالِ تو رواست

ملک و اقبال و غناھا مر تو راست

تو آپ کے کمالات کے لیے آپ کو زیبا ہے کہ آپ یہ سب کہہ دیں کیونکہ آپ ان کو بھیک دینے والے ہیں، چاند اور سورج کو روشنی کی، سمندر کو موتیوں کی اور کانوں کو سونے کی بھیک دینے والے ہیں۔ ایک اللہ والے جارہے تھے اُن سے کسی نے پوچھا کہ بڑے میاں! تمہارے پاس کتنا سونا ہے؟ جب دیکھو لوگ تمہیں شاہ صاحب شاہ صاحب کہہ رہے ہیں، ارے شاہوں کے پاس تو خزانہ ہوتا ہے، تیرے پاس کتنا سونا ہے؟ اس اللہ والے نے وہ شعر پیش کیا کہ معترض اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔ اس اللہ والے نے کہا ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم

ولے دارم خدائے زر امیرم

میرے گھر میں سونا تو نہیں ہے میں فقیر ہوں لیکن میں اپنے دل میں خدائے زر کو رکھتا ہوں جو سونے کا پیدا کرنے والا ہے، میرے دل میں اللہ کا نور اور تعلقِ خاص ہے۔

نسبت مع اللہ کی ایک خاص علامت

اب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر سن لیجیے جو میرے مضمون کا ترجمان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا تعلقِ خاص، نسبت مع اللہ، تعلق مع اللہ کی دولت سے نوازتا ہے، نسبت علیٰ سطح الولایت عطا کرتا ہے، ولایتِ خاصہ نصیب فرماتا ہے وہ عام مومنین سے بالاتر ہوجاتا ہے، اس کا مقام یہ ہوتا ہے کہ ساری

کائنات اس کو نہیں خرید سکتی، سارے عالم میں وہ جہاں نگاہ ڈالتے ہیں ان کی نگاہ میں ساری کائنات گری ہوئی نظر آتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دِل کی

محفل سے مراد محفلِ عالم، محفلِ کائنات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نسبت عطا فرماتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کی دولت نصیب فرماتا ہے تو اس صاحبِ نسبت کی نگاہوں میں پوری کائنات پھیکی پڑ جاتی ہے اور وہ دنیا میں کسی طاقت سے کسی قیمت سے فروخت نہیں ہوسکتا اور دوسرا شعر فرمایا ؎

بس اِک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

جب اللہ تعالیٰ دل میں آتا ہے تو ساری کائنات کالعدم ہوجاتی ہے اور ہر طرف اس کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔ یہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا شعر ہے جو مسٹر تھے لیکن تھانہ بھون میں اپنی ٹرکومس کر کے علماء کے شیخ بن گئے، بڑے بڑے علماء نے ان کو اپنا پیر بنایا، یہ ہے حکیم الامت تھانوی کی صحبت کا فیضان اور یہ ہے اللہ والوں کی دعاؤں کا صدقہ کہ ایک مسٹر کو علماء کا پیر بنا دیا اسی کو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے میرے حکیم الامت ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

صاحبِ نسبت اور عام مومن میں فرق

جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب چوبیس ہزار مرتبہ ذکر کرتے تھے اور ذکر کے درمیان میں یہ تین شعر پڑھا کرتے تھے ؎

دل میرا ہوجائے اِک میدانِ ھُو
تو ہی تو ہو، تو ہی تو ہو، تو ہی تو
اور میرے تن میں بجائے آب و گل
دردِ دل ہو، دردِ دل ہو، دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

یہ شعر بہت عاشقانہ انداز میں پڑھتے تھے، محبت اور درد بھرے دل سے ایک مرتبہ اللہ کہنا اُس مقام پر پہنچتا ہے جہاں عام لوگوں کا لاکھوں مرتبہ اللہ اللہ کہنا نہیں پہنچ سکتا اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ کمیت کی فکر مت کرو، مقدار اور تعداد کی فکر مت کرو، اہل اللہ سے درد بھرا دل حاصل کرو تو درد بھرے دل سے ایک مرتبہ اللہ کہنا بھی آپ کے لیے زمین سے آسمان تک شربت روح افزا سے بھر دے گا یعنی نور ہی نور پیدا ہوجائے گا۔ میں مثال دیتا ہوں کہ ہوائی جہاز میں ریل گاڑی کی بہ نسبت کم لوہا ہوتا ہے لیکن کیفیت کس کی زیادہ ہوتی ہے؟ ہوائی جہاز کی کیونکہ جہاز میں اسٹیم زیادہ ہوتی ہے، چار گھنٹے میں جدہ پہنچا دیتا ہے اور ریل گاڑی لوہا اور جسم کے اعتبار سے تو بھاری بھرکم ہے، جسم کے لحاظ سے جہاز پر برتری کا دعویٰ کرسکتی ہے لیکن اپنی اڑان اور پرواز کے لحاظ سے جہاز اس کا دعویٰ باطل کردیتا ہے لہٰذا اگر کوئی صاحبِ نسبت ایک دفعہ اللہ کہے تو غیر صاحبِ نسبت کا لاکھوں مرتبہ اللہ کہنا اس کے برابر نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے وہ اپنی تنہائی کی عبادتوں سے زیادہ صحبتِ اہل اللہ اختیار کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن کو اللہ نے اپنی معرفت عطا فرمائی ان کی دو رکعات یعنی عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہے۔

صحبت اہل اللہ، نسبت مع اللہ کے حصول کا ذریعہ ہے

ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی پڑھا رہے تھے، کسی نے پوچھا کہ مولانا رومی، شمس الدین تبریزی پر کیوں فدا ہوگئے؟ حاجی صاحب نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ مولانا رومی اپنے پیر شمس الدین تبریزی پر اس لیے عاشق ہوئے کہ سو برس کے تہجد اور ذکر اور فکر سے جس مقام پر پہنچتے شمس الدین تبریزی کی صحبت کی برکت سے چند ساعت میں اس مقام پر فائز ہوگئے چنانچہ جس کی کھائی اُس کی گائی، جب آدمی کو اللہ والوں سے کچھ ملتا ہے تو ضرور اس کی تعریف کرتا ہے اور دنیا اور دنیا کی لذات اور سلطنت اور تخت و تاج اس کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی گدائی کروڑ ہا سلطنت سے افضل ہے

سلطان ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے آدھی رات کو سلطنتِ بلخ چھوڑی تھی، ذرا ہمیں کوئی بادشاہت چھوڑ کر دِکھائے، اگر خدائے تعالیٰ کی یاد میں سلطنت سے زیادہ مزہ نہ ملتا تو پلاؤ چھوڑ کر دال روٹی کی طرف کوئی شخص نہیں آسکتا، دال روٹی والے پلاؤ کی طرف جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کی لذت بریانی اور پلاؤ اور شامی کبابوں سے زیادہ اور سلطنتِ بلخ سے زیادہ عزیز تھی اور اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت جب ان کو منکشف ہوئی تو سلطنت ان کی نگاہوں میں ہیچ ہوگئی اور چونکہ سلطنت اللہ کی یاد میں اور اللہ کی اطاعت میں حائل ہورہی تھی اس لیے انہوں نے سلطنتِ بلخ چھوڑ دی۔

سلطنت ترک کر کے سلطان ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے دس برس غارِ نیشاپور میں عبادت کی۔ ایک دن ان کا ایک وزیر آیا، اس نے دل میں کہا کہ کیا بے وقوف ملاّ ہے جو بادشاہت چھوڑ کر جنگل میں دریا کے کنارے اللہ کو

یاد کررہا ہے۔ حضرت ابراھیم ابن ادھم کو یہ بات منکشف ہوگئی فوراً اپنی سوئی جس سے گدڑی سی رہے تھے دریا میں ڈال دی اور فرمایا اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ ۔

صد ہزاراں ماہیے اللّٰہیے

سوزنِ زر بر لبِ ہر ماہیے

ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوگئیں، یہ ہے سلطنت، اس کو سلطنت کہتے ہیں، انہوں نے ڈانٹ کر فرمایا کہ اے مچھلیو! میری لوہے والی سوئی لاؤ جس سے میں گدڑی سی رہا تھا، ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور لوہے والی سوئی لے آئی۔ کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ اللہ والوں کی کرامت برحق ہے، وزیر جس نے کہا تھا کہ یہ ملّا بے قوف ہے، سلطنت ترک کرکے ریت پر گداگری کررہا ہے لیکن اس ظالم کو یہ خبر نہیں تھی کہ اللہ کی گدائی کروڑ ہا سلطنت سے افضل ہے، اس نے پیر پکڑ کر رونا شروع کردیا اور کہا کہ مچھلیاں جانور ہوکر آپ کے مقام سے آگاہ ہیں اور میں انسان ہوکر آپ کا مذاق اُڑا رہا تھا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ پہلے آپ خشکی کے بادشاہ تھے اور اب خشکی وتری، بحر وبر کے بادشاہ ہوگئے مجھے معاف کردیجئے اور اپنی خدمت میں قبول فرمائیے، غرض وہ چھ مہینے ان کی صحبت میں رہا اور صاحبِ نسبت ہوکر ولی اللہ بن کر گیا۔

جس طرح نمک کی کان میں جو چیز گرجائے نمک بن جاتی ہے اسی طرح اللہ والوں کے پاس جو اخلاص کے ساتھ رہ پڑے تو گنہگار سے گنہ گار بھی ایک دن اللہ والا بن جاتا ہے۔ جگر صاحب مرادآبادی اتنی زیادہ شراب پیتے تھے کہ دو آدمی پکڑ کر مشاعرے میں بٹھاتے تھے لیکن جب وقت آگیا تو ۔

سن لے اے دوست! جب ایام بھلے آتے ہیں

گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جب اللہ نے ان کو جذب فرمایا تو انہوں نے اپنے دیوان میں یہ شعر بڑھایا ۔

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

ہمت کرنے سے گناہ چھوٹ جاتے ہیں

جگر صاحب کا قصہ مختصراً عرض کرتا ہوں، انہوں نے تھانہ بھون پہنچ کر حکیم الامت سے چار باتوں کی دعا کرائی کہ دعا کیجئے کہ (۱) میں حج کر آؤں (۲) ڈاڑھی رکھ لوں (۳) شراب چھوڑ دوں (۴) اور میرا خاتمہ ایمان پر ہوجائے۔ حکیم الامت کے ہاتھ اُٹھ گئے۔ آہ! اللہ والوں کی دعا کیا شان رکھتی ہے فوراً ہی شراب چھوڑ دی۔ یوپی کے ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ اگر آپ شراب نہیں پیئیں گے تو مرجائیں گے، شراب پینا آپ کے لیے انتہائی ضروری ہے کیونکہ آپ اتنا زیادہ پی چکے ہیں کہ اب چھوڑنا ممکن نہیں ہے، جگر صاحب نے کہا کہ اگر پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ آٹھ دس سال گاڑی اور چل سکتی ہے فرمایا کہ اگر پیتا رہوں گا اور آٹھ دس سال کے بعد مروں گا تو خدا کے غضب اور قہر کے سائے میں مروں گا اس سے بہتر ہے کہ توبہ کی برکت سے خدائے تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں مروں، شراب چھوڑنے سے اگر جگر کو موت آتی ہے تو میرے دل وجگر اس اللہ پر قربان اور فدا ہیں، میں اللہ کی رحمت کے سائے میں ابھی مرنا پسند کرتا ہوں، مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ میرا ایک اردو شعر ہے کہ جب نفس وشیطان کہے کہ یہ گناہ کرلو بڑا مزہ آئے گا تو نفس وشیطان کو جواب دینے کے لیے اختر کا یہ شعر یاد کرلیجیے ؎

میں ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتا ہوں
کہ جن سے رب میرا اے دوستو! ناراض ہوتا ہے

تو حضرت تھانوی کی دعا کی برکت سے جگر صاحب حج کر آئے،

وہیں ڈاڑھی رکھ لی جو بمبئی تک آتے آتے بڑی ہوگئی، ماشاءاللہ ڈاڑھی بڑھی بھی بہت تیزی سے، یہ عجیب معاملہ ہے کہ ایسے رِند جب اللہ کے راستے میں آتے ہیں تو بہت تیزی سے ترقی کرتے ہیں، خواجہ صاحب نے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

نیا توبہ شکن جب داخلِ میخانہ ہوتا ہے
نہ پوچھو رنگ پر پھر کس قدر میخانہ ہوتا ہے

جگر صاحب نے بمبئی پہنچ کر آئینے میں ڈاڑھی دیکھی، اُس وقت پاکستان ہندوستان ایک تھا، ہندوستان کے لوگ بمبئی سے حج کرنے جاتے تھے تو جگر صاحب نے ڈاڑھی دیکھ کر یہ شعر کہا ؎

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

صحبت اہل اللہ کا نفع کامل نفس کو مٹانے سے حاصل ہوتا ہے

عبدالحفیظ شاعر جن کا مجموعۂ کلام دیوانِ حفیظ کے نام سے ہے انہوں نے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت آپ کیسے بزرگ بن گئے آپ تو وکالت کرتے تھے، ایل ایل بی تھے، ڈاکٹر عبدالحی صاحب کہنے لگے کہ بھئی! مجھے کسی نے بنایا ہے، تم بھی تھانہ بھون جاؤ تو انہوں نے کہا میں تو بہت شراب پیتا ہوں، کہنے لگے کہ جاؤ تو، سب گناہ چھوٹ جائیں گے، گدھا اگر نمک کی کان میں گر جائے تو وہ بھی نمک بن جاتا ہے مگر ایک شرط ہے کہ مر جائے، اگر زندہ رہا یعنی اپنی چلائی، اپنی خود رائی، اپنی خود بینی، اپنی مرضی چلائی تو نمک نہیں بنے گا گدھے کا گدھا ہی رہے گا اسی طرح اگر سالک شیخ کی مرضی پر فنا نہیں ہوا، اللہ کے احکامات کے سامنے اپنے نفس کو نہیں مٹایا تو خانقاہوں سے بھی پورا کام نہیں بنے گا البتہ کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔

مستی کے لیے بوئے مئے تند ہے کافی
مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

ان شاء اللہ کچھ تو پا جائے گا لیکن میں ''کچھ'' نہیں چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ پورا پورا پا جائے۔ اس لیے عرض کر دیا کہ نمک کی کان میں جو گدھا گرے اور مر جائے، اپنے کو مٹا دے، نفس کو ختم کر دے تو وہ نمک بن جائے گا۔ اسی طرح شیخ کے سامنے جو اپنے نفس کو بالکل مٹا دے تو وہ ولی اللہ بن جاتا ہے بس ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سن کر جناب حفیظ صاحب فوراً تھانہ بھون گئے، لیکن پہلے خانقاہ میں بیٹھ کر حجام کو بلایا اور ڈاڑھی منڈا کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آل انڈیا شاعر حفیظ جون پوری ہوں، حضرت نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا بیعت ہونا چاہتا ہوں، فرمایا کہ اگر بیعت ہونا تھا تو جون پور سے سہارنپور آتے ہوئے چہرہ پہ جو نور نکل آیا تھا خانقاہ پہنچ کر اس کو کیوں منڈا دیا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں، مریض کو چاہیے کہ حکیم پر اپنا پورا مرض ظاہر کر دے، اپنا سب کچا چٹھا دِکھا دکھا دے کہ میں یہ ہوں، ان شاء اللہ اب استرا نہیں لگے، لیکن ان کا یہ عمل صحیح نہیں تھا ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ورنہ تو سب لوگ یہی کرنے لگیں۔ لیکن اخلاص تھا اس لیے حضرت نے ان کو بیعت فرمالیا۔

کچھ سال بعد جب دوبارہ حضرت حکیم الامت جون پور تشریف لے گئے تو ان کو حضرت پہچان نہ سکے، میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا یہ بڑے میاں کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ وہی عبدالحفیظ جون پوری ہیں جنہوں نے ڈاڑھی منڈوا کر آپ کے سامنے بیعت کی درخواست کی تھی اب یہ بڑے میاں نظر آ رہے ہیں۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

جب اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش آتا ہے تو سو برس کے کافر کو نہ صرف یہ کہ ولی اللہ بناتا ہے بلکہ اولیاء اللہ کا سردار بنا دیتا ہے، اس کی رحمت، اس کے فضل و کرم کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، وہ نااہلوں پر فضل کرتا ہے، کریم کی شان یہی ہے کہ جو نااہلوں پر فضل کر دے، ہماری تمناؤں سے زیادہ دے دے اور دینے میں اپنے خزانے کے ختم ہونے کا خوف نہ کرے، کریم کی یہ تین تعریفیں محدثین نے لکھی ہیں اَلْکَرِیْمُ ھُوَالَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ حق نہ بنتا ہو، بلا اہلیت دے دے، اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یُعْطِیْنَا فَوْقَ مَانَتَمَنّٰی بِہٖ ہماری امیدوں سے زیادہ دے دے اور اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یُعْطِیْنَا وَلاَ یَخَافُ نَفَادَ مَاعِنْدَہٗ جس کو اپنے خزانے کے ختم ہونے کا خوف نہ ہو لہٰذا اگر ساری دنیا کو وہ ابدال واقطاب اور ولی اللہ بنا دے تو اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کے سمندر سے ایک قطرہ کم نہیں ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اخیر عمر میں ان پر کیفیت طاری ہوگئی تھی، مرض الموت میں اپنے کمرہ میں شمال و جنوب کی دیواروں تک لوٹتے تھے اور چیخ مار کر روتے تھے کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے، روتے روتے جان دے دی، خدا کا خوف طاری ہوگیا، دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے کیسی مبارک موت عطا فرمائی، انہوں نے اخیر میں اپنے دیوان میں تین شعر بڑھا دیئے تھے، وہ شعر بھی غضب کے ہیں، دردِ دل سے نکلے ہوئے ہیں، جلا بھنا دل جب شعر کہتا ہے تو کچھ مت پوچھو کہ پھر کیسا شعر کہتا ہے، فرماتے ہیں ؎

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستاری تو دیکھو

گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
کرے بیعت حفیظ اشرف علی سے
بہ ایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

ہشیاری اس کو کہتے ہیں، مبارک ہے وہ شخص جو کسی اللہ والے سے جڑ جائے اور اپنی مناسبت کا شیخ تلاش کرو، یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی کے لیے ہر صاحبِ نسبت مفید ہو جیسے خون کا گروپ ہر ایک کا الگ ہوتا ہے جس کا ڈاکٹر کہتے ہیں اُس کا خون چڑھایا جاتا ہے، اسی طرح روحانی بلڈ گروپ بھی ملانا پڑتا ہے، چند صحبتیں اور چند ملاقاتوں سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس بزرگ سے مجھے روحانی مناسبت ہے یا نہیں۔

حکیم الامت کے جواہرات

اب میں نمبر وار دو تین نصیحتیں، حکیم الامت کی تعلیمات کے جواہرات پیش کرتا ہوں:

نمبر ۱۔ کوئی بھی غیر اختیاری چیز ہو اس سے کبھی پریشان نہ ہوں چاہے روزانہ خواب نظر آتا ہو کہ ہم دوزخ میں جل رہے ہیں لیکن اگر عمل اتباعِ سنت کا ہے تو ان شاء اللہ جنت میں جائے گا اور جو روزانہ اپنے کو جنت میں دیکھ رہا ہے لیکن روزانہ سنت کے خلاف زندگی گذارتا ہے تو سمجھ لو اس کا حال وہی ہوگا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھنے والے مخالفین کا ہوا، معلوم ہوا کہ جتنا اختیار میں ہے اتنا عمل کرلو اور جو غیر اختیاری چیز ہے اس کی فکر نہ کرو۔

بعض لوگوں کو کوڑھ ہو جاتا ہے تو کیا وہ خودکشی کرلیتے ہیں؟ اسی طرح بعضوں کو ایسا روحانی مرض ہوتا ہے کہ اچھا نہیں ہوتا مگر ساری زندگی مجاہدہ کرتے رہو ان شاء اللہ اخیر میں اللہ اس کو جتا دیں گے۔ حکیم الامت کا ارشاد

ہے کہ جو لوگ اہلِ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مجاہدے میں نفس وشیطان سے ہار جیت چلتی رہتی ہے تو اخیر میں اللہ تعالیٰ ان کو جتا دیں گے اور اپنی محبت کو غالب کرکے ایمان کے ساتھ اُٹھالیں گے۔

نمبر۲۔بعض لوگ نظر کی حفاظت میں ''عدم قصد نظر'' کو کافی سمجھتے ہیں ''عدم قصد نظر'' یعنی نظر ڈالنے کا ارادہ نہیں ہے، تو بازار میں ایسے لوگ بدنظری سے بچ نہیں سکتے، حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ کرکے چلو کہ کسی کی ماں، بہن، بہو، بیٹی کو نہیں دیکھنا، ''عدم قصد نظر'' کافی نہیں ہے، ''قصد عدم نظر'' ضروری ہے، ارادہ کرلے کہ جان چلی جائے مگر نہیں دیکھوں گا اور دیکھ کر احمقانہ پن نہیں کروں گا اور اس حماقت سے کچھ حاصل بھی نہیں ہے، پرایا مال دیکھ کر دل کو جلانا، تڑپانا بے وقوفی ہے یا نہیں؟ اپنی چٹنی روٹی کھاؤ، چٹنی روٹی نہ ہو تو اللہ ہی کافی ہے، اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہے۔

نمبر۳۔جس طرح اذیت پہنچانے کا ارادہ تو نہیں ہے لیکن اس کا بھی ارادہ نہیں کرتے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قصد عدم ایذاء ضروری ہے، عدم قصد ایذاء کافی نہیں، قصد عدم ایذاء ہونا چاہیے، ارادہ کرلو کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو جو سلوک کا حاصل ہے، تصوف کی روح ہے۔

نسبت مع اللہ کے حصول کے لیے تین اہم اعمال

اس کے بعد تین اعمال کرلیں تو ویسے ہی ولی اللہ بنیں گے جیسے مولانا قاسم صاحب نانوتوی اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ تھے کیونکہ اولیاء صدیقین کا دروازہ آج بھی کھلا ہے بلکہ قیامت تک کھلا رہے گا صرف نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے، تو یہ تین کام کرلیں:

(۱)...... کسی اپنی مناسبت کے اللہ والے کی صحبت میں تسلسل کے ساتھ

رہیں۔آپ کہیں گے اگر تسلسل کبھی کبھی چلا جائے تو؟ کبھی کبھار نہیں سدا بہار رہو جیسے مرغی کے پر میں انڈا اگر اکیس دن تک تسلسل سے نہیں رہے گا اس کو حیات نہیں ملے گی چاہے وہ مختلف مجلسوں میں اکیس دن پورے کرے، انڈے تین دن ایک دفعہ رہے پھر بھاگ گئے پھر دس دن ایک دفعہ رہ گئے اور پھر مرغی کے پروں سے نکل گئے اور آٹھ دن ایک دفعہ رہ گئے اس طرح اگرچہ اکیس دن ہوگئے لیکن اس طرح کچھ نہیں کام بنے گا، حکیم الامت کے الفاظ ہیں کہ ایک دفعہ زندگی میں چالیس دن کسی صاحبِ نسبت کی خانقاہ میں کسی اللہ والے کے پاس، اپنے شیخ کے پاس تسلسل کے ساتھ رہ لو، پھر ساری زندگی خط وکتابت کرتے رہو اور کبھی کبھی ملاقات بھی کرلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نسبت عطا ہو جائے گی۔

ایک صاحب نے حکیم الامت سے پوچھا کیا کہ کسی کی صحبت میں رہنا کیا ضروری ہے، صرف خط وکتابت سے کام نہیں چلے گا؟ تو فرمایا کہ اگر کسی کا میاں لاہور ہو اور بیوی کراچی میں ہو اور خط وکتابت کرتا رہے تو کیا اولاد ہوگی؟ تو تسلسل کے ساتھ روحانی صحبتوں کی ضرورت ہے۔

(۲)...... شیخ جو ذکر بتائے اس میں کبھی ناغہ نہ کرے، اگر ناغہ کرے تو کھانا بھی نہ کھائے، جب جسم کو فاقہ نہیں دیتا خوب ٹھونستا ہے تو روح کو فاقہ کرانے کا اس کو کیا حق حاصل ہے؟ اگر روح کو فاقہ ہی کرانا ہے تو پہلے جسم کو فاقہ کراؤ، کھانا نہ کھاؤ، نفس سے کہہ دو آج ذکر میں سستی کی ہے چلو پھر کھانا بھی بند کرو پھر تمہیں چھٹی دیں گے، پھر دیکھو نفس کیسا تلملاتا ہے، کہے گا ہم بالکل ذکر کریں گے، ہمیں روٹی چاہیے تو جب نفس شرارت کرے تو کہہ دو کہ آج تمہیں کھانا بھی نہیں دیں گے کیونکہ اگر جسم ہو اور روح نہ رہے تو ایک لقمہ نہیں کھا سکتے، جس کے صدقے میں روٹیاں بوٹیاں اُڑا رہے ہو پہلے اس کو غذا دو۔

ایک بزرگ فجر کے بعد اشراق تک مسجد میں رہے، ان کے مہمان کو جلد چائے پینے کی عادت تھی اس نے کہا کہ آپ اتنی دیر تک کیا کر رہے تھے؟ اس اللہ والے نے کہا میں اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا یعنی اشراق، تلاوت اور ذکر میں مشغول تھا تو ذکر کا ناغہ نہ کرے کہ ذکر کی برکت سے گناہوں سے خود بخود مناسبت ختم ہوتی جاتی ہے، اندھیرے خود دور ہوتے جاتے ہیں، دل میں اُجالے پھیلتے چلے جاتے ہیں، اللہ کا نور معمولی بات نہیں، اللہ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا نام ہے اتنی بڑی مہربانیاں اس پر ہوتی ہیں اور ذکر کی برکت سے اس کے قلب میں آہستہ آہستہ گناہوں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

اگر ذکر میں دل نہ بھی لگے تو بغیر حضوریٔ دل، تشویشِ قلب، ہزاروں فکروں کے ساتھ بھی ذکر کرتا رہے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ معیت خاصہ کا انکشاف کردے گا اور صاحبِ نسبت بنادے گا۔ یہ سب الفاظ حکیم الامت کے پیش کر رہا ہوں، حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ دل لگے یا نہ لگے، دل حاضر ہو یا غیر حاضر یا تشویش قلب ہو، جو ذکر اللہ کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس پر معیتِ حق یعنی ولایتِ خاصہ کا انکشاف ہوگا یعنی نسبت عطا ہوجائے گی اور نسبت جب عطا ہوتی ہے اچانک عطا ہوتی ہے، ذکر دروازہ کھٹکھٹانا ہے، اللہ تعالیٰ کے در پر دستک دینا ہے، دستک تو دیر تک دی جاسکتی ہے لیکن دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگتی وہ تو اچانک کھلتا ہے، حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ذکر کرتے رہو ایک دن اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحم اور کرم آجائے گا اور نسبت اچانک عطا ہوجائے گی، بالکل دیر نہیں لگے گی، معلوم ہوگا کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خاص نور آگیا ہے۔

خواجہ صاحب نے حضرت حکیم الامت سے پوچھا کہ جب نسبت عطا ہوتی ہے تو کیا سالک کو پتہ چل جاتا ہے؟ فرمایا جی ہاں ایسا پتہ چلتا ہے جیسے جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو یاروں، دوستوں سے پوچھنا نہیں پڑا تھا کہ

یارو! بتانامیں بالغ ہوایانہیں ایسے ہی جب روح بالغ ہوتی ہے تو روح کوایک مستی، ایک کیف، ایک دردبھرادل عطا ہوتا ہے، اللہ پر جان دینے کا ایک جذبہ نصیب ہوتا ہے اورنہ جانے کیا کیا ملتا ہے اس کی تفصیل نہیں کی جاسکتی۔سلوک کی بات سنارہا ہوں کیونکہ یہ وقت حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پیش کرنے کے لیے ہوتا ہے جس پر ہمارے بڑے بات کر گئے آج ان کا ایک چھوٹاادنیٰ خادم پیش کرر ہا ہے۔

(۳)...... تیسری اور آخری سب سے اہم بات عرض کرتا ہوں کہ گناہوں کے زہر سے بچو، اسبابِ گناہ سے بھی دور رہو، نامحرم رشتہ داروں سے، چچی، ممانی، اپنے بھائی کی بیوی، اور اپنی سالی غرض جس جس سے بھی پردہ ہے ان سے نگاہ کی حفاظت کرو اور خواتین شرعی پردہ کریں، اسی طریقے سے مدارس میں جن بچوں کے ڈاڑھی مونچھ نہیں ہے ان سے اشعار بھی نہ پڑھوائیں، ان سے تنہائی بھی نہ کریں اور پیر بھی نہ دبوائیں۔

تین کام ہوگئے! نمبرایک اللہ والوں کی صحبت میں تسلسل کے ساتھ چالیس دن لگالیں۔نمبر دوشیخ جو ذکر بتادے اس میں کبھی ناغہ نہ کریں، بیماری ہے تو لیٹے لیٹے پڑھ لیں، پورا نہ کرسکیں تو آدھا ہی پڑھ لیں، ایک ہزار بتایا تو پانچ سو پڑھ لیں یا ایک سو ہی پڑھ لیں جیسے مسافرت میں اسٹیشن پر ایک ہی پیالی چائے جو اچھی بھی نہیں ہوتی مگر پی لیتے ہیں۔نمبر تین معصیت سے بہت بچو، خانقاہوں میں رہنے اور ذکر کے باوجود جن لوگوں نے بدپرہیزیاں کیں، اپنی آنکھوں کو بدنظری سے نہیں بچایا، گندے اور خبیث خیالات سے دل کو نہیں بچایا تو پھر سمجھ لیجئے کہ وہ اللہ تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

گناہوں کا زہر کھانے کا نقصان

میرے شیخ فرماتے تھے کہ اگر کسی پودے کے پاس آگ جلادو تو کئی

سال لگ جائیں گے وہ ہرا بھرا نہیں ہوگا ایسے ہی جو گناہ کر لیتا ہے وہ اپنی نسبت کے پودوں کو آگ لگا دیتا ہے، بہت توبہ اور برسوں لگ جائیں گے تب کہیں جا کے تعلق مع اللہ کا درخت ہرا بھرا ہوگا۔ معافی تو اسی وقت ہو جائے گی، معافی میں دیر نہیں لگتی لیکن تعلق مع اللہ کا وہ ہرا بھرا درخت گناہوں سے جل جاتا ہے۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ گناہوں کے زہر سے بچو۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جعلی خانقاہوں میں بس جمعرات کی بریانی کھلا دی اور ضربیں لگوا دیں اور خانقاہ کا حق ادا ہو گیا، ہماری تھانہ بھون کی خانقاہ وہ خانقاہ ہے جہاں ہر سانس میں ایک غم دیا جاتا ہے، جائز ناجائز کا، سالک کو یہ فکر ہو جائے کہ مجھ سے کوئی کام ایسا تو نہیں ہوا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے ہوں، جس کو ہر وقت جائز ناجائز کا غم نہ ہو وہ سالک ہی نہیں، جتنا ضروری ذکر اللہ ہے اس سے زیادہ ضروری گناہوں سے اپنے کو بچانا ہے۔

دیکھئے اگر محمد علی کلے کو لاہور میں مقابلہ کرنا ہو تو اکیاون مرغی کا سوپ پلا دو اور دیسی گھی میں اکیاون انڈے تل کر کھلا دو لیکن اس میں تھوڑا سا زہر بھی ملا دو، اسی دن اکھاڑے میں ہار جائے گا تو گناہوں کا زہر بھی نفس وشیطان سے ہرا دیتا ہے۔ تو یہ تین اعمال جو کرے گا آج بھی ولایت کے اسی درجے پر پہنچے گا جس کا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے وعدہ کیا ہوا ہے یعنی اولیاء صدیقین جس کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا ہے۔

بس اب دعا کیجیے! اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہم سب کو اللہ والا بنا دے، تقویٰ والا بنا دے، اللہ والی زندگی عطا فرما دے، گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق دے دے، ہمارے اسلاف اور اولیاء صدیقین کے درجے تک اللہ ہم سب کو پہنچا دے اور ہماری دنیا و آخرت بنا دے، ہر غم اور فکر کو خوشیوں سے تبدیل فرما دے، روحانی وجسمانی بیماریوں کو صحتِ روحانی اور صحتِ

جسمانی سے تبدیل فرمادے اور ساری جائز تمنائیں پوری فرمادے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یَا ذَا الْجَلاَ لِ وَالْاِکْرَامِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.
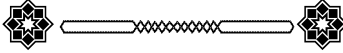
اے چشم اشک بار ترا ہے عجب بیاں

غم کے بغیر معرفت ہوتی نہیں عیاں
جیسے سیاہ پُتلی سے روشن ہے یہ جہاں

مشکل تھا دردِ عشق کا لفظوں میں ہو بیاں
اے آہ تیرا شکریہ تو خود ہے ترجماں

تو نے ہی راز کہہ دیا اے چشم خوں فشاں
ورنہ تھا مدتوں سے مرا دردِ دل نہاں

اے چشم اشکبار ترا ہے عجب بیاں
جیسے تجھے نہیں ہے کوئی حاجت زباں

تجھ کو ہو مبارک تری رفعت اے آسماں
ہوں مجھ کو مبارک مری سجدہ کی پستیاں

مدت سے دل نے آہ چھپایا تھا رازِ آہ
اے آہ تو نے فاش کیا راز بے بیاں

اخترؔ اسی ویراں میں ہے نسبت کا خزانہ
جس نے گرا دیں اپنی تمنّا کی بستیاں